جناب نور محمد غفاری ایم اے

# تفسیر اور علم تفسیر

قسط ۲

الغرض ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ تفسیر اور تاویل دونوں ایسے علم ہیں جو قرآنی معارف کی شرح و ایضاح کے لئے ضروری ہے۔ اور دونوں میں اگر فرق ہے تو یہ ہے کہ تفسیر کا لفظ سارے قرآن کی تشریح پر بولا جا سکتا ہے۔ اور تاویل صرف متشابہات کی قبیل سے متعلق آیات کی وضاحت پر یا بعض آیات کے باطنی مفہوم کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر کا نام "تاویل" رکھا ہے۔ مثلاً ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ کی "تاویل مشکل القرآن" اور ابو منصور ماتریدیؒ متوفی ۳۳۳ھ کی "تاویلات قرآن" وغیرہ۔ تو اس کا جواب نہایت سہل ہے کہ "تاویل" کا لفظ غالباً تیسری چوتھی صدی ہجری تک تشریح قرآن کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ کیونکہ اس مدت تک عربی زبان کا غلبہ رہا، اور ویسے بھی تبع تابعینؒ کا زمانہ نہایت قریب ہی گزرا تھا۔ لہذا تقریباً تمام امت مسلمہ قرآنی الفاظ اور عبارت کا مفہوم بآسانی سمجھ لیتی تھی۔ لہذا مفسرین حضرات صرف مشکل القرآن اور غریب الفاظ یا متشابہات کی تفسیر پر زور دیا کرتے تھے۔ اور یہ وہ آیات اور الفاظ تھے جن میں ظاہری مفہوم کی بجائے باطنی مفہوم بتانا مقصود تھا۔ لہذا مفسرین حضرات نے اپنی تشریحات کو "تاویل یا تاویلات" کا نام دیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

## تفسیر کی ضرورت اور اہمیت

تفسیر کی ضرورت اور اہمیت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیئے جائیں گے، انہیں ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ نقلی دلائل ۲۔ عقلی دلائل

۱۔ نقلی دلائل: انہیں ہم آگے مندرجہ ذیل حصوں میں بانٹ لیتے ہیں۔
د۔ تفسیر کی ضرورت اور تاکید قرآن حکیم کی روشنی میں۔
ب۔ تفسیر کی اہمیت و تفضیلت حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں
ج۔ تعامل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
د۔ تعامل علماء امت کی روشنی میں۔

د۔ قرآن مجید کی روشنی میں ...... کتاب اللہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کی تشریح و توضیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذمہ داریوں میں سے ایک تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہارگانہ فرائض نبوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (آلِ عمران: ۱۶۴)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان کیا۔ کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو خدا کی آیات سناتا ہے ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

ان فرائض میں ایک "يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" ہے تعلیم نام صرف الفاظ کے پڑھ دینے کا نہیں۔ بلکہ تشریح اور تفسیر کا ہے ...... دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (نحل: ۴۴)

ہم نے (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس بات کی وضاحت کریں جو انکی طرف نازل کی گئی ہے۔

یہ تبیین کلام تشریح و توضیح کا ہی دوسرا نام ہے ...... ایک اور مقام پر فرمایا۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ (نساء: ۱۰۵)

ہم نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان خدا کی رہنمائی میں فیصلہ کریں۔

حاصل کلام: قرآن مجید نے بتایا کہ کتاب اللہ کی تفسیر ضروری ہے۔

ب۔ حدیث شریف کی روشنی میں ..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی تفسیر

اپنے قول و فعل دونوں سے فرما کر دکھائی اور امت کو تفسیر کا حکم بھی دیا۔ اور فضیلت بتا کر ترغیب بھی دلائی۔ مثلاً

۱۔ سورہ "حدید" اور اس کی تفسیر سیکھو۔ (بحوالہ الاتقان نوع ۷۸)

۲۔ حضرت ضحاکؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ: "یُؤتِی الحِکمَۃَ" سے قرآن کا عطا کرنا مراد ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "قرآن کا عطا کرنا سے قرآن کی تفسیر مراد ہے۔ کیونکہ پڑھنے کو تو نیک و بد سبھی پڑھتے ہیں۔"

۳۔ بیہقی وغیرہ نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "قرآن مجید کی تعریب (تفسیر) کرو۔ اور اس کے غریب اور نامانوس الفاظ کی تلاش میں سرگرم رہو۔"

۴۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاوِیْلَ۔ اے اللہ! اسے دین کی فقاہت بخش اور تاویل کا علم عطا فرما۔

تفسیر گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت کی پیروی کرنا ہے۔

ج۔ تعامل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں بھی تفسیر قرآن کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مختلف مقامات پہ باقاعدہ حلقہ ہائے درس قائم تھے۔ مثلاً مدینہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردؒ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے تلامذہ راشدہؒ اور کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کلام اللہ مجید کی تفسیر و تشریح کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے اپنے شاگردوں کو تفسیر کرنے کا حکم اور ترغیب دی مثلاً:

۱۔ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے۔ اور اس کی تفسیر اچھی طرح نہیں کر سکتا اس کی مثال اس اعرابی کی ہے۔ جو شعر کو بے سوچے سمجھے اور غیر موزوں پڑھتا ہے۔ (فضائل القرآن لابو ذر الھرویؒ)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بیشک مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں قرآن کی کسی ایک آیت کی تعریب (تفسیر و توضیح) کر دوں۔ بہ نسبت اس بات کے کہ میں ایک آیت حفظ کر لوں۔" (عن الانباری)

اگر کاوش سے کام لیا جاتا تو اور بہت اقوال ان حضراتؓ کے مل سکتے ہیں۔

د۔ تعامل علماء امت: صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور ان کے بعد پھر ہر دور میں تفسیر کا عمل برابر جاری رہا اور آج تک جاری ہے۔ علماء نے اپنے عمل اور تحریر دونوں سے یہ بات ثابت کردی کہ تفسیر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور اس کے بغیر قرآن کا فہم ممکن نہیں۔ اس لئے علماء نے تفسیر کرنے کو واجب علی الکفایہ کا درجہ دیا ہے۔

علماء نے بڑی بڑی تفاسیر تصنیف کی ہیں۔ مثلاً امام رازیؒ کی "مفاتیح الغیب"، تفسیر طبری، تفسیر "حدائق ذات البهجہ" وغیرہ ان میں سے "تفسیر حدائق ذات البہجہ" کے پانچ سو (۵۰۰) اجزاء ہیں۔

۲۔ عقلی دلائل: ا۔ حضرۃ امام ابن تیمیہؒ کی دلیل:۔ فرماتے ہیں: "اس بات کی تشریح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ایسی زبان سے مخاطب کیا ہے۔ جس کو وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور اسی لئے پروردگار عالم نے ہر ایک رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا ہے۔ اور اپنی کتاب کو بھی اپنی قوموں کی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ پھر یہ بات کہ اب تفسیر کی حاجت کیوں رہی؟ تو اس کا جواب ایک قاعدہ کی قرارداد کے بعد دیا جائے گا۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو شخص کتاب تصنیف کرتا ہے، وہ صرف خود ہی سمجھنے کے لئے تصنیف کرتا ہے۔ اور اس کی کوئی شرح نہیں کرتا۔ لیکن اس کتاب کی شرح کی حاجت تین وجوہ سے پڑتی ہے۔

اوّل:۔ ان میں سے پہلی بات مصنّف کی فضیلت کا کمال ہے کہ وہ علمی قوت کی وجہ سے وجیز لفظوں میں دقیق معنی کو جمع کردیتا ہے۔ اس لئے بعض اوقات مصنّف کی مراد کا سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں شرح سے ان مخفی معنوں کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے جو اپنی تصانیف کی شروح خود ہی لکھی ہیں، وہ بہ نسبت ان شروح کے جو دوسرے لوگوں نے لکھی ہیں، بہت زیادہ مراد پر دلالت کرنے والی ہیں۔

دوم:۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصنّف اپنی کتاب میں چند مسائل کی وضاحت کے لئے کچھ مزید باتیں اور شرطیں اس خیال سے نظر انداز کر دیتا ہے کہ وہ امور اور شروط واضح چیزیں ہیں یا ان کو درج نہیں کرتا کہ ان چیزوں کا تعلق کسی دوسرے علم سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی حالتوں میں شرح کرنے والے کو امر محذوف اور اس کے مراتب کے بیان کی حاجت پیش آتی ہے۔

سوم:۔ تیسری بات یہ ہے کہ لفظ میں کئی معنوں کا احتمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ مجاز، اشتراک اور دلالت التزام کی صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ان صورتوں میں شارح پر لازم ہے۔ کہ وہ مصنّف کی غرض کو بیان کرے اور اسے دوسرے معنوں پر ترجیح دے۔

ان تین باتوں کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بشری تصانیف میں وہ باتیں بھی واقع ہوجاتی ہیں۔ جن سے کوئی بشر خالی نہیں، مثلاً تسامح، تکرار اور اسی نوع کے دیگر نقائص۔ لہٰذا شارح کو ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ مصنف کی ان لغزشوں کا بھی اظہار کردے۔

اب جب یہ بات ٹھیک قرار پاگئی، تو اب ہم کہتے ہیں کہ قرآن حکیم کا نزول محض عربی زبان میں ہوا اور عربی بھی کس دور کی ؟ افصح العرب کے زمانے کی زبان ! پھر ان لوگوں کو بھی قرآن کے ظاہر امور اور احکام ہی کا علم ہوتا تھا لیکن اس کے اندرونی مفہوم کی باریکیاں ان پر اسی وقت منکشف ہوتی تھیں جب وہ بحث و تمحیص سے کام لیتے یا غور و خوض کرتے تھے۔ اور اکثر باتوں کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے۔ مثلاً جس وقت خداوند اقدس کا یہ ارشاد گرامی نازل ہوا۔ وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ۔ نازل ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔ ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا۔ (یعنی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا) اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۂ کریمہ کے لفظ "ظلم" کی تفسیر "شرک" کے ساتھ فرمائی اور اس پر دوسری آیت : "إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ" کو بطور دلیل کے پیش کیا۔ یا جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے "حِسَابًا يَسِيرًا" کی بابت سوال کیا تھا کہ وہ کیا ہے ؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ "عرض" (یعنی اعمال کا صرف پیش کرنا) ہے۔ اور جیسے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ "الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ" کے متعلق ہوا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی دوسری باتیں ہیں۔ جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک ایک کرکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا۔

اور ہم لوگ بھی ان باتوں کے محتاج ہیں، جن کے محتاج حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ علاوہ ازیں ہمیں احکام ظواہر میں سے بھی ایسے امور کے علم کی حاجت کی احتیاج ان حضرات رضی اللہ عنہم کو ہرگز نہ تھی اور ہماری اس احتیاج کا سبب ہمارا بغیر سیکھے ہوئے احکام لغت کے مدارک (فہم) سے قاصر ہونا ہے۔ لہذا ہم کو تمام لوگوں سے بڑھ کر تفسیر کی ضرورت اور حاجت ہے۔

اور یہ بات بھی محتاج بیان نہیں کہ قرآن شریف کے بعض حصہ کی تفسیر صرف وجیز الفاظ کی شرح کرنے اور یہ بات ان کے معنی کو منکشف کر دینے سے ہوجاتی ہے۔ اور بعض مقامات کی تفسیر چند احتمالات میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے ہوتی ہے۔ (بحوالہ الاتقان۔ نوع ۷۸)

۲۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ تمام اشخاص یکساں فہم و فراست، تفکر و تدبر اور صلاحیت و قابلیت کے نہیں ہوتے۔ کوئی کج فہم ہے تو کوئی زود فہم اور کوئی ذکی ہے ——— تو کوئی بالکل غبی

اس وجہ سے کسی بات یا کلام کو سمجھنے میں ہر ایک یکساں نہیں ہوتا۔ پھر عام لوگوں کا کلام تو الگ رہا جب معاملہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ہو جس کی جامعیت، بسط، ہمہ گیری اور وسعت کا کچھ ٹھکانہ نہیں جس میں بےشمار مطالب، فصاحت وبلاغت، اوصاف کلام اور معنی و بدیع کا ایک چمن کھلا ہوا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسے کلام کی تشریح و تفسیر ایک ضروری چیز ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کر سکیں۔

۴۔ پھر قرآن ایک پہلو سے اصول و کلیات کی کتاب ہے۔ جس میں جزئیات نگاری سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ ہی اس میں فروعی باتوں کو کھپانے کا اہتمام کیا گیا ہے ——— ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ان اصول و کلیات کی تشریح اور جزئیات وتفصیلات کی تبیین و تفسیر ضروری ہو جاتی ہے۔ پھر قوانین و احکام کی تفصیلی صورت، حدود و قیود اور ان کا اطلاق واضح طور پر متعین ہونا چاہئے۔ اور اس ضرورت کو تفسیر پورا کرتی ہے۔

الغرض، مندرجہ بالا عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ قرآن حکیم کی تفسیر کس قدر ضروری ہے۔ اس کے ذریعے ہی ہمیں اس کتاب مقدس کا فہم حاصل ہوگا جس میں ہماری دنیوی و اخروی فوز و فلاح کا راز پنہاں ہے۔

---


ہماری مصنوعات

★ ڈی۔ ڈی۔ ٹی

★ ہائیڈروکلورک ایسڈ

★ پیراڈائی کلورو بنزین

ملک کی مصنوعات کی سرپرستی کیجئے

منجانب :- ڈی۔ ڈی۔ ٹی فیکٹری

نوشہرہ